اللہ کا ہاتھ

آج تک صرف دو بندے ملے ہیں جن سے مل کر حقیقتاً خوشی ہوئی۔ایک صاحب کراچی سے تشریف لائے، بزنس مین تھے۔انھوں نے کہا "میں معمولی درجے کا کاروباری شخص ہوں، اپنی تمام ضروریات پوری کرنے کے بعد مجھے ہر مہینے پانچ ہزار روپے بچ جاتے ہیں، آپ کی نظر میں کوئی ضرورت مند ہو تو مہربانی فرما کر مجھے اس کا ایڈریس دے دیں۔میں چپ چاپ اس کی خدمت کرتا رہوں گا۔" مجھے اس کی بات سن کر بے حد خوشی ہوئی، مجھے کیوں خوشی ہوئی، اسکی وجہ میں آگے چل کر بیان کروں گا۔دوسرے صاحب لاہور کے ایک کلرک تھے، کسی نے ان کے بارے میں بتایا، وہ دفتر سے واپسی کے بعد کاغذ چننے والے بچّوں کو جمع کرتے ہیں۔انہیں الف۔ب۔ت اور ایک، دو، تین سکھاتے ہیں، میں ان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔وہ دھرم پورہ میں ریلوے لائن کے ساتھ رہتے تھے۔میں ان کے گھر میں پہنچا تو ان کے دروازے پر کاغذ جمع کرنے والے بچّوں کے تھیلے اور گٹھڑیاں پڑی تھیں، میں ان گٹھڑیوں اور تھیلوں میں راستہ بناتا ہوا ان کی بیٹھک میں داخل ہو گیا۔بیٹھک میں دری بچھی، دری پر پچّیس تیس بچّے بیٹھ کر الف انار اور بے بکری پڑھ رہے تھے، وہ ایک کونے میں بیٹھ کر سماعت اور گویائی سے محروم ایک بچّی کو اشاروں سے پڑھا رہے تھے۔میں ان کے قریب بیٹھ گیا، ان کے چہرے پر ایک عجیب طرح کا نور اور ذات میں ایک انوکھا اطمینان تھا۔مجھے پتہ چلا، روز تین بجے تک ان کی بیٹھک کھل جاتی ہے، بچّے آنا شروع ہو جاتے ہیں، بچّے سب سے پہلے غسل خانے میں جاتے ہیں، وضو کرتے ہیں، ظہر کی نماز پڑھتے ہیں، گھر میں جو کچھ پکا ہوتا ہے وہ کھاتے ہیں، ایک گھنٹہ پڑھتے ہیں اور پھر اپنے اپنے تھیلے اٹھا کر چلے جاتے ہیں یہ دنیا کا واحد سکول تھا جس میں حاضری کا کوئی رجسٹر نہیں تھا لیکن اس کے باوجود جس بچّے نے ایک بار اس دہلیز پر قدم رکھ دیا وہ پھر اس پیر خانے کا ہو کر رہ گیا، میں ایک گھنٹہ وہاں بیٹھا رہا۔معلوم ہوا اب تک اس سکول کی سینکڑوں برانچیں کھل چکی ہیں، حضرت صاحب ہر کلاس میں سے دو تین بچّوں کو سلیکٹ کرتے ہیں، انہیں دو، دو، تین تین گھنٹے پڑھاتے ہیں جب وہ ان کے معیار کے مطابق "عالم" ہو جاتے ہیں تو وہ انہیں اپنے پاس بٹھاتے ہیں، ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور میٹھی آواز میں کہتے ہیں "بیٹا جاؤ اور اپنے جیسے دوسرے بچّوں کو یہ سب کچھ سکھا دو" وہ بچّے اٹھتے ہیں اور کسی گندے نالے، کسی جوہڑ کے کنارے، پرانے کاغذوں کے کسی گودام کے باہر یا کسی بدبودار آبادی کے کسی ٹنڈ منڈ درخت کے نیچے اس سکول کی برانچ کھول لیتے ہیں۔یہ دنیا کا واحد ادارہ ہے جس میں پورے سکول کے لئے ایک کتاب کافی سمجھی جاتی ہے یہ بچّے کانے، چھڑی کے کسی ٹکڑے یا درخت کی شاخ کو قلم بناتے ہیں اور زمین کو سلیٹ اور پھر یہی سلیٹ اور قلم انہیں روشنی کی نا ختم ہونے والی وادی میں لے جاتی ہے۔مجھے معلوم ہوا وہ کسی سے ایک پیسہ قبول نہیں کرتے، اپنی معمولی سی آمدنی سے بچّوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور انھیں چائے بنا کر پلاتے ہیں، میں نے ان کا ہاتھ چوما اور باہر آ گیا، مجھے ان سے مل کر بے انتہاء خوشی ہوئی، مجھے کیوں خوشی ہوئی، میں آپ کو اس کی وجہ بتانا چاہتا ہوں۔

میرے گھر میں جب بھی ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے، میں جو بھی خط کھولتا ہوں، جو بھی ای میل پڑھتا ہوں، اس میں یا تو امداد کی درخواست ہوتی ہے یا کسی این جی او کا تعارف یا پھر کالم لکھنے والے کا ملفوف مطالبہ، کوئی کہتا ہے میں پچاس لاکھ روپے کا مقروض ہوں، مجھے کسی سے پچّیس تیس لاکھ روپے لے دیں، کوئی کہتا ہے میں ملک سے باہر تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں میرے لئے بیس پچّیس لاکھ روپے کا بندوبست کر دیں، کوئی کہتا ہے میری آمدنی کم اور بچّے زیادہ ہیں مجھے امریکہ کا ویزہ لگوا دیں، کوئی کہتا ہے فلاں بڑا شخص آپ کا واقف ہے یا آپ نے بیرونِ ملک آباد فلاں شخص کے بارے میں کالم لکھا تھا آپ اس سے کہہ کر مجھے قرض حسنہ لے دیں یا پھر باہر سیٹ کرا دیں، کوئی کہتا ہے ہم نے فلاں ہسپتال بنایا، فلاں تعلیمی ادارہ قائم کیا، آپ کالم میں اس کی تعریف کر دیں، ہمیں قربانی کی کھالیں مل جائیں گی اہلِ خیر ہماری امداد فرما دیں گے وغیرہ وغیرہ۔یہ سلسلہ جب دنوں سے مہینوں اور مہینوں سے برسوں تک پھیل جاتا ہے تو انسانی صبر جواب دے جاتا ہے اس وقت شدید خواہش پیدا ہوتی ہے اس ہجوم میں کوئی نہ کوئی ایسی آواز ہو جو قریب آ کر کہے "میں امداد لینے والا نہیں امداد دینے والا ہوں"۔کوئی نہ کوئی ایسا ضرور ہو، جو کسی مدد امداد کے بغیر کوئی ادارہ چلا رہا ہو، جسے کچھ حاصل کرنے کا لالچ نہ ہو، جس نے اپنی ذات کو

©AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

چندے کا بکس نہ بنایا ہو، یقین فرمایئے مجھے آج تک صرف یہ دو حضرات ملے ہیں جن کے وجود سے مجھے بھیک کی بو نہیں آئی، پہلے صاحب نے جب یہ کہا "میں ضرورت مندوں کی اتنی ضرورت پوری کرسکتا ہوں" تو دل خوشی سے جھوم اٹھا اور جب میں نے دوسرے سے عرض کیا" حضور میں بچّوں کے لئے پانی کا ایک کولر اور ایک نئی دری پیش کرنا چاہتا ہوں۔" تو وہ مسکرائے اور آہستہ آواز میں بولے "بیٹا ہمیں اس کی ضرورت نہیں، پانی کے لئے گھڑا موجود ہے، اس کا پانی ٹھنڈا بھی ہوتا ہے اور میٹھا بھی۔ آپ اس وقت جس دری پر بیٹھے ہیں وہ بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔ ایک دو سال نکل جائے گی۔ اس دوران میری بیوی نئی دری بن لے گی اور ہم اس جگہ وہ بچھا دیں گے۔ چھت پر پنکھا موجود ہے، کتابوں کی ہمیں ضرورت نہیں ہوتی۔ ایک کتاب دو تین سال نکال جاتی ہے، لکھنے کے لئے کاغذ اور پنسلیں بچّوں کو کوڑے سے مل جاتی ہیں، بچّوں کی دال روٹی اور چائے کے لئے میری تنخواہ کافی ہے، ہاں البتہ کبھی کبھی وضو کے لئے پانی کم پڑ جاتا ہے لیکن وہ بھی بچّے سرکاری نل سے بھر کر لاتے ہیں۔ بس اللہ کا کرم ہے ہم بہت سکھی، بہت خوش ہیں۔" میں نے رقم کے لئے اصرار کیا تو اسی خوشبودار لہجے میں بولے "بیٹا اللہ کو اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے زیادہ پسند ہے، تم نہیں چاہتے ہم اللہ کے پسندیدہ لوگوں میں شامل رہیں۔" میں نے عرض کیا" میں اللہ کے لئے دینا چاہتا ہوں۔" انہوں نے قہقہہ لگایا" لینے والا ہاتھ اللہ کا نہیں ہوتا، یہ ہاتھ "انہوں نے ہاتھ آگے بڑھایا" یہ ہاتھ جس دن پھیل گیا، یہ اللہ کا ہاتھ نہیں رہے گا"۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے میں نے عینک اتاری اور بڑی احتیاط سے وہ آنسو اپنے رومال میں سنبھال لئے۔ وہ شخص بھکاریوں کے اس ملک میں میری زندگی کا پہلا سخی تھا۔

خدمتِ خلق کے فائدے

فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ كَلَّ، وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اَنَّكَ
لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ
وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ

خدیجہؓ نے کہا ہرگز نہیں قسم اللہ کی اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا بے شک آپ تو رشتوں کو جوڑتے ہیں اور ناتواں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں اور جو چیز (لوگوں کے پاس) نہیں، انہیں وہ کما کر دیتے ہیں اور آپ مہمان نوازی کرتے ہیں اور حادثوں میں حق کی مدد کرتے ہیں۔

(صحيح البخاری:3)

الھدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن

اسلام آباد: 7-اے کے بروہی روڈ H-11/4 اسلام آباد پاکستان
کراچی: 30-اے سندھی مسلم کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی پاکستان

پبلی کیشنز
AL HUDA PUBLICATIONS

فون: +92-51-4866130-1 +92-51-4866125-9
فون: +92-21-34313273-4 +92-21-34528547

www.alhudapk.com
www.farhathashmi.com

06010043

© ALHUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION